نوکر شاہی میں اصلاحات کی ضرورت (1)

☆☆☆

شاہد کاردار

☆☆☆

سرکاری ترقیاتی سرگرمیوں کی توسیع میں آج سب سے اہم رکاوٹ، خود حکومتی ملازمین کا بے ہنگم ہے۔ پنجاب ہی کی مثال لے لیں حکومت کے سالانہ غیر ترقیاتی / جاریہ اخراجات کا تقریباً 69 فیصد تنخواہوں اور پنشن کی مد میں چلا جاتا ہے۔ قرضوں کی واپسی اور آٹے پر سب سڈی پر بالترتیب 18 فیصد اور 6 فیصد اخراجات ہوتے ہیں۔ ان میں پنشن سے متعلقہ غیر متعین اخراجات (مستقبل میں پنشن کی ادائیگیوں کے اخراجات کے لئے کوئی ریزرو فنڈ سرے سے موجود نہیں) اور استحقاقی رخصت بالتنخواہ (حوالے اور تفصیل آگے آ رہی ہے) کی مد میں کم سے کم 5 فیصد اخراجات اور ڈال لیں تو سڑکوں اور پلوں جیسے بنیادی ڈھانچوں کی تعمیر، کم تنخواہ دار اور غیر مطمئن ملازمین کی تنخواہوں میں اضافے اور دفتری فرنیچر، کتابوں اور دواؤں جیسے غیر اجرتی اخراجات کی مد میں اضافہ (یہ اخراجات بہتر خدمات کے حصول کیلئے ضروری ہیں) حکومت کے حجم میں کمی کئے بغیر ممکن العمل ہی نہیں۔

حکومت اب تک ملازمتیں فراہم کرنے والے ادارے کا کردار ادا کرتی رہی ہے۔ یہ روزگار مہیا کرنے کے بجائے روزگار کے مواقع پیدا کرتی رہی۔ سیکرٹریٹ اور دوسرے سرکاری اداروں کے برآمدوں میں چپڑاسیوں، چوکیداروں اور کلرکوں کی فوج ظفر موج کا ایک جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ ملازمین میں اضافہ کا مسئلہ بھی کچھ عجیب سی نوعیت کا ہے۔ سروس رولز کے مطابق ایک باتھ روم کو صاف کرنے کے لئے تین مختلف ملازمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک صرف فرش صاف کرے گا دوسرا سنک (sink) کی صفائی کا ذمہ دار ہوگا جبکہ تیسرا کھڑکیوں کا گرد و غبار ہٹا رہا ہوگا۔

قانونی اور اداراتی سیٹ اپ کی بدولت اس مراعات یافتہ طبقے کو ایسے حقوق بھی حاصل ہو گئے جو عام شہریوں کے حق میں ضرر رساں ثابت ہوئے۔ یہ مراعات یافتہ طبقہ ان ملازمین پر مشتمل ہے جنہوں نے تمام ذرائع پر قبضہ کو اپنا حق سمجھ لیا ہے۔ جس کے نتیجے میں بعض اوقات وہ مقصد بھی لایعنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ جس کے لئے انہیں ملازمت دی گئی تھی۔

حکومتی سرگرمیوں میں اضافہ با منصبی ذمہ داریوں کی نوعیت میں بڑھتی ہوئی پیچیدگی کی بدولت یہ مسئلہ خطرناک مشکل اختیار نہیں کر رہا بلکہ اس کی سیدھی سی وجہ موجودہ پوسٹوں کی اپ گریڈنگ ہے۔ پہلے انہی پوسٹوں پر نچلے گریڈ کے اہل کار متعین تھے۔ اس طرح نئی پوسٹیں پیدا کر کے مزید افرادی قوت کو کھپایا گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وقتی اور بے قاعدہ ملازمین یا روزانہ اجرتی کارکنوں کو معمول کے مطابق باقاعدہ کر دیا جاتا ہے۔ پنجاب کی حد تک، صرف انتظامی مشینری کو متوازن رکھنے کیلئے۔ ان کے اخراجات پورے کرنے کیلئے حکومت کو 33 مختلف صوبائی ٹیکسوں کے انتہائی غیر منصفانہ، بے جواز اور شتر بے مہار قسم کے ڈھانچے پر انحصار کرنا پڑا (راقم الحروف نے 2001-2000ء کے بجٹ میں ان ٹیکسوں کو کم کر کے 9 کر دیا تھا (میری ذاتی رائے میں پانچ ٹیکس بھی بہت ہیں) اگر وقتی طور پر سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صوبائی حکومت کے سائز کو متوازن بنانے کا کام شروع بھی کر دیا جائے تو سرپلس ملازمین صوبے کی 50 فیصد آبادی کو یرغمال بنا لیں گے۔ ان ملازمین کی اکثریت (جن کی تقرری کی قطعی کوئی ضرورت نہیں تھی) کا تقرر تمام قواعد کو پس پشت ڈال کر یا ان میں نرمی کر کے محض سیاسی تعلق یا مصلحتوں کی وجہ سے کیا گیا تھا۔

وقت آ گیا ہے کہ حکومت اپنی سرگرمیوں پر نظر ثانی کرے۔ اسے یہ بخوبی سمجھنا چاہئے کہ کس قسم کی سرگرمیوں میں اسے نہ تو حصہ لینا ہے اور نہ ہی ان کے لئے کوئی ادائیگیاں کرنا ہیں اور کس نوعیت کے کاموں کی ذمہ داری اسے قبول کرنا ہے (دفاع، امور خارجہ، مالی اور محصولاتی امور، عدل و انصاف اور امن و امان جیسے معاملات فوری اور لازمی حکومتی ذمہ داری کے طور پر ابھرتے ہیں) اور ایسے معاملات جن پر حکومت کو اخراجات تو کرنا چاہئیں مگر ان کی انجام دہی اپنے سر پر ہرگز نہیں لینا چاہئے۔ ان میں تجارتی ادارے، بنک، فضائی کمپنیاں، بجلی، گیس وغیرہ جیسی عمومی اشیاء و خدمات کی فراہمی شامل ہیں۔

متعدد ادارے اپنی سرگرمیوں اور فرائض کے اعتبار سے باہم مماثل نظر آتے ہیں۔ حالانکہ آئین نے معاشرتی شعبوں اور مقامی حکومت کو واضح طور پر صوبائی معاملات قرار دیا ہے پھر بھی وفاقی حکومت تعلیم، صحت، مقامی حکومت، دیہی ترقی، سماجی بہبود اور زراعت وغیرہ جیسی وزارتیں چلائے جا رہی ہے۔ اسلام آباد کے بلیو ایریا میں گاڑی میں گزرتے ہوئے آپ کو وفاقی حکومت کے لاتعداد اداروں کے خوبصورت اور پرکشش نام نظر آئیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود اسلام آباد کے باسی بھی ان اداروں کی سرگرمیوں کے بارے میں قطعی لاعلم ہیں۔ حکومت براہ راست خود کو ملوث کئے بغیر، کن شعبوں، سرگرمیوں اور خدمات کی پیداوار اور تقسیم کے سلسلے میں اخراجات کی ذمہ داری اٹھائے۔ یہ سوال نسبتاً مشکل نظر آتا ہے۔ تاہم درج ذیل مثالیں میرے نقطہ نظر کو واضح کرنے میں یقیناً ممد و معاون ثابت ہونگی۔ اہل وطن کے لئے معیاری بنیادی تعلیم کے حق کو یقینی بنانا یقیناً ریاست کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کو عملی شکل دینے کیلئے ضروری ہے کہ حکومت ایسی تعلیم کی فراہمی کے لئے لازمی اخراجات کرے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ حکومت خود ہی یہ کام سرانجام دینا شروع کر دے۔ اس صورت میں زیادہ تر امکانات یہی ہیں کہ ہمیں مسلسل گھوسٹ سکولوں، گھوسٹ اساتذہ اور غیر معیاری تقرریوں جیسے مسائل کا سامنا کرتے رہنا پڑے گا۔ اساتذہ سکولوں سے غیر حاضر ہونگے کیونکہ جواب دہی کا کوئی خوف انہیں ہوگا ہی نہیں، نہ طلبہ کی طرف سے اور نہ ہی والدین کی جانب سے ان بیچاروں کی دادرسی کا ایسا بھی کوئی سلسلہ نہیں کہ وہ ان اساتذہ کے خلاف کوئی محکمانہ کارروائی ہی شروع کرا سکیں۔ اب دو ہی متبادل طریقے رہ جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ریاستی معاونت کے ذریعے نجی تعلیمی اداروں کو آگے بڑھایا جائے (اس موضوع پر میں پہلے ہی تفصیلاً تجویز دے چکا ہوں) یا پھر براہ راست کمیونٹی کو امداد دی جائے۔ یہ گرانٹ اس علاقے میں خرچ کی جانے والی رقم کے مساوی ہونا چاہئے تاکہ وہ اپنے بچوں کیلئے بہترین تعلیم کا انتظام خود کر سکیں۔ اساتذہ کی تقرری، برطرف، ان کی تنخواہوں میں اضافہ (ان کی پرفارمنس دیکھتے ہوئے) جیسے تمام اختیارات ان کے ہاتھوں میں ہوں۔ وہ چاہیں تو اس رقم سے ضروری تعمیری ڈھانچے کی تعمیر و توسیع کا کام بھی کر سکتے ہیں۔

اسی طرح حکومتی اہل کاروں کے بے ہنر ہاتھوں سے انجام دی جانے والی بہت سی سرگرمیوں سے اجتناب حکومت کے لئے نسبتاً ارزاں ثابت ہوگا۔ میں تین بنیادی مثالوں سے اس کی وضاحت کرنا چاہوں گا۔

1..... بواسکر کی صنعتی ٹیکنالوجی کے انتہائی ترقی یافتہ دور میں بھی ہمارے ہاں پنجاب کے محکمہ صنعت میں غیر پیشہ ور بواسکر انسپکٹروں کی بھرمار ہے جو الٹا سیدھا اپنا کام انجام دیئے جا رہے ہیں۔ یہ کام با آسانی اعلیٰ معیار کی بنیاد پر منتخب کئی ایک انجینئرنگ کنسلٹنگ کمپنیوں کے ذریعے کرایا جا سکتا ہے۔

2..... اب جبکہ اعلیٰ کوالٹی CAD سروسز نجی شعبے میں عام ہو چکی ہیں قومی تعمیراتی محکموں میں دستی کام کرنے والے ڈرافٹس مینوں کی فوج کی موجودگی سمجھ سے قطعی باہر ہے۔

3..... اسی طرح سرکاری دفتروں میں روزانہ صفائی کا کام کرنے کیلئے جمعداروں کی لمبی چوڑی فوج رکھنے کے بجائے اسے ٹھیکے پر دیا جا سکتا ہے۔

حکومتی رائٹ سائزنگ اور اس میں تازہ اور جدید سہولتوں/ مہارتوں کو سمونے کے لئے میری تجاویز کچھ اس طرح ہیں

(الف) تمام منظور شدہ خالی پوسٹوں کو سرے سے ختم کر دیا جائے۔

(ب) ایسی پوسٹوں کا تعین کیا جائے جہاں کام کرنے والے معمول کے مطابق ریٹائر ہو رہے ہیں اور وہاں کسی متبادل اہلکار کی کوئی ضرورت نہیں

(ج) پچیس سال کی ملازمت مکمل کرنیوالے ملازمین کو ریٹائر کر دیا جائے آپ نے غالباً ملازمت کا ایسا کوئی انٹرویٹ نہیں دیکھا ہوگا جس میں ملازم کو تو، جس وقت وہ چاہے ملازمت چھوڑ دینے کا حق حاصل ہو لیکن ملازمت فراہم کرنیوالے کو ایسا کوئی استحقاق نہ ہو۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پبلک سیکٹر کی ملازمت کا اصل مقصد، ملازمت کی خدمت، ملازموں کے ذریعے اور ملازموں ہی کیلئے کے سوا کچھ نہیں۔

ہی

(انور شعور)

آمد آمد ہے اگر طوفان کی
کیا پریشانی میرے سرکار ہے
اس قدر گرمی میں چھینٹوں کے بجائے
قوم کو طوفان ہی درکار ہے